

کلمہ ایمان کے بعد قتل

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ: أَسَلَّمْتُ لِلَّهِ، أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلُهُ، قَالَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِي ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلُهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ.

حضرت مقداد بن اسود (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میرا کفار میں سے کسی آدمی کے ساتھ سامنا ہوا اور وہ میرے ساتھ قتال کرے اور پھر میرے ایک ہاتھ پر وار کرے اور اسے کاٹ ڈالے۔ پھر مجھ سے بچنے کے لیے درخت کے پیچھے پناہ لے اور پھر کہے کہ میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا تو کیا میں اسے قتل کر دوں جبکہ اس نے یہ کہا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل نہ کرو۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا:

یا رسول اللہ، اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے پھر اس نے ہاتھ کاٹنے کے بعد یہ بات کہی ہے، تو کیا میں اسے قتل کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اسے قتل نہ کرو، کیونکہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے وہ تمہاری ہی طرح ہے اور تم اس کی طرح ہو۔

وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِ: فَلَمَّا أَهْوَيْتُ لِأَقْتُلَهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

جہاں تک معمر کا تعلق ہے تو اس کی حدیث میں (میں نے اللہ کے لیے اسلام قبول کیا کے بجائے اس طرح) ہے: پھر جب میں اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا تو اس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا

لغوی مباحث

أَسْلَمْتُ لِلَّهِ: ویسے اس جملے کا مطلب ہے: میں اللہ کے آگے جھکا۔ لیکن یہاں دروہست سے واضح ہے کہ دین قبول کرنا مراد ہے۔ یہ جس قتال کی بات ہو رہی ہے، اس میں اہل کفر کے لیے جان کی امان کا ایک ہی رستہ تھا اور وہ یہ کہ وہ دین اسلام کو قبول کر لیں اور اللہ کی اطاعت کے دائرے میں آجائیں۔ یہ جملہ اسی فیصلے کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسی روایت کے بعض متون میں اس کی جگہ کلمہ طیبہ بھی روایت ہوا ہے۔

معنی

اس روایت کا تعلق بظاہر قرآن سورہ توبہ کے حکم قتال کے بعد کے زمانے سے ہے۔ مراد یہ ہے کہ جب یہ حکم دے دیا گیا کہ جو اہل عرب ایمان نہیں لائے، انہیں قتل کر دو، الا یہ کہ وہ ایمان لے آئیں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عین قتال کے موقع پر ایمان لانے کا اعلان کرے تو کیا کرنا چاہیے؟ یہاں سوال میں ہاتھ کاٹنے اور درخت کے پیچھے چھپنے کی بات شامل کر کے سوال کے اس پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے کہ یہ اعلان ایمان محض جان بچانے کے لیے ہے۔ شارحین یہ سوال زیر بحث لائے ہیں کہ اس سوال کے پیچھے کوئی حقیقی واقعہ ہے یا سوال میں واقعے کا بیان مثال کے طور پر ہے؟ ہمارے سامنے اس روایت کے جو متون ہیں، ان سب میں سوال کا اسلوب ایک ہی ہے اور اس سے یہی نمایاں ہوتا ہے کہ واقعہ محض تمثیلی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس طرح کے واقعات اس زمانے

میں پیش آئے تھے۔ لہذا یہ بالکل ممکن ہے کہ سوال میں اس طرح کے واقعات ہی ملحوظ ہوں۔ سوال کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلان ایمان کے حالات خواہ کچھ بھی ہوں، اس کا لحاظ کیا جائے گا۔ کسی مسلمان کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ کسی مسلمان کو خواہ اس کے ایمان کے بارے میں اس کا اندازہ کچھ بھی ہو کہ وہ اسے قتل کر دے۔ کلمہ ایمان کے بعد قتل قاتل ناجز ہے، الا یہ کہ وہ شخص کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس کے نتیجے میں مباح الدم ہو جائے۔ یہی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک اور ارشاد میں 'الا بالحق' کے الفاظ میں بیان کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں معاملہ ظاہر پر رکھا گیا ہے۔ کسی انسان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ دل کی حقیقت تک رسائی حاصل کر سکے۔ جس طرح یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص دل سے ایمان نہ لائے۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ انتہائی صورت حال کسی کے لیے انکشاف حقیقت کا سبب بن جائے اور وہ دل سے ایمان لے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت برپا کی تھی، وہ عین انسانی فطرت کا بیان تھی، اس لیے ہر عرب ضمیر کی کشمکش کے ساتھ کفر کی حالت میں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ عربوں کی اکثریت کے لیے اس کشمکش سے نکل کر حق کو قبول کرنے کا سبب بن رہا تھا۔ چنانچہ کسی کے لیے آخری رکاوٹ کب دور ہوتی ہے؟ اس کو خارج سے طے نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دو ٹوک الفاظ میں کہا گیا کہ کلمہ ایمان کے بعد قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس روایت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں ظاہر پر اعتبار ہے۔ جس شخص نے ایمان کا اعلان کر دیا، وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ اس طرح کے نازک موقع پر بھی محض شبہ میں کسی کو کافر سمجھنے یا کافر قرار دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ قرآن مجید میں بھی یہی حکم دیا گیا ہے۔ سورہ نساء میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ آتَايَ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا. (۹۴:۴)

”اے ایمان والو، جب تم خدا کی راہ میں نکلو تو اللہ کے لیے جان و مال کی قربانی کرو۔ وہ شخص جو تمہیں السلام علیکم کہے، اسے دنیا حاصل کرنے کی غرض سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، کیونکہ اللہ کے پاس بہت ساری نعمتیں ہیں۔ اس سے پہلے تم بھی انہی کی طرح تھے۔ پھر اللہ نے تم پر (اپنا) فضل کیا۔ تم پر واضح رہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح واقف ہے۔“

۱۔ ”مگر یہ کہ کوئی حق قائم ہو جائے۔“

اس روایت کی اصل مشکل اس کا آخری حصہ ہے۔ حضور نے مقتول اور سائل کو کس پہلو سے مشابہ قرار دیا ہے۔ شارحین نے اس سوال کے تین جواب دیے ہیں:

ایک یہ کہ اس کی جان بھی محفوظ اور مامون تھی جس طرح تمھاری جان محفوظ و مامون ہے۔
دوسرا یہ کہ جس طرح تم پہلے غیر مسلم تھے اور بعد میں تمہیں ایمان کی توفیق ملی، اسی طرح وہ بھی غیر مسلم سے مسلمان ہوا تھا۔

تیسرا یہ کہ وہ بھی تمھاری طرح ایمان چھپائے ہوئے تھا اور اس نے ایک موقع پر آ کر ایمان ظاہر کیا تھا۔ اس معنی کی تائید ان روایتوں سے پیش کی گئی ہے جن میں حضرت مقداد کے اپنا ایمان ظاہر نہ کرنے کا ذکر ہوا ہے۔

سب شارحین اس بات پر متفق ہیں کہ اس جملے سے کفر میں مشابہت مراد نہیں ہے اور اس طرح وہ اس روایت سے ارتکاب کبیرہ پر تکفیر کے معنی نکالنے کی تردید کرتے ہیں۔ لیکن بعض شارحین نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ ناحق قتل کی وجہ سے انجام کی وعید میں برابری مراد ہے۔ اور کچھ نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ اس میں اس خون کے ہدر ہونے کا بیان ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس پر کوئی قصاص نہیں ہوگا۔

ہمارے نزدیک اس روایت میں وہی بات بیان ہوئی ہے جو قرآن مجید کی محولہ بالا آیت میں بیان ہوئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح تم کفر کی حالت سے نکلے ہو اور تمہیں ہدایت کی نعمت حاصل ہوئی ہے، اسی طرح کا معاملہ تمام اہل عرب کا ہے۔ جس طرح تم ایمان لانے کے باعث خدا کی گرفت سے مصون و مامون ہوئے ہو، اسی طرح ہر ایمان لانے والا کافر مامون ہو جائے گا۔ جس طرح تمھارے ایمان لانے کی قدر شناسی کی گئی ہے، اسی طرح تم بھی ایمان لانے والوں کے ایمان کی قدر کرو۔

متون

یہ روایت ان روایتوں میں سے ہے جن کا متن بہت پہلے ضبط تحریر میں آ گیا تھا۔ امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں اسے روایت کیا ہے اور بعد کی کتابوں میں بہت معمولی فرق کے ساتھ انھی الفاظ اور اسی ترتیب بیان کے ساتھ روایت کتب حدیث میں مرقوم ہے۔ جیسے ایک روایت میں الکفار کی جگہ المشرکین کا لفظ آیا ہے یا قتل کے لیے کسی میں باب مفاعلہ کا صیغہ ہے اور کسی میں باب افتعال کا۔ چنانچہ اس روایت کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ اس کے متون میں اختلاف نہیں ہے تو یہ بات بڑی حد تک درست ہے۔

ایک فرق معنی کی بحث میں بیان ہو گیا ہے کہ اَسْلَمْتُ لِلّٰہ کے بجائے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کا بھی ذکر ہے۔ اسی طرح بعض روایتوں میں یہ تصریح بھی نقل ہوئی ہے کہ اس آدمی کے ساتھ مڈبھیڑ میں کچھ دیر مقابلہ ہوا اور جب یہ اس پر غالب آ گئے تو اس نے ایمان کا کلمہ کہا۔ البتہ صاحب المجمع الکبیر نے ایک ایسی روایت بھی شامل کتاب کی ہے جس میں مکالمے کے جملے کافی تفصیلی ہیں:

”اگر میری کفار کے ایک آدمی سے مڈبھیڑ ہو۔
میرے اور اس کے مابین دو ایک واروں کا تبادلہ ہو۔
پھر اس نے میرے ایک ہاتھ پر وار کیا اور میں نے
اس پر وار کیا۔ پھر میں نے اس پر قابو پایا کہ اسے قتل
کر سکوں، جب میں اپنے ہتھیار کے ساتھ اسے قتل
کرنے کے لیا بڑھا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ کیا میں
اسے قتل کروں یا چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں،
بلکہ اسے چھوڑ دو۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ اگرچہ
اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو؟ آپ نے فرمایا:
اگرچہ اس نے یہ کیا ہو۔ میں نے پھر پوچھا: یا رسول
اللہ اگرچہ اس نے میرا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو؟ آپ نے
فرمایا: اگرچہ اس نے یہ کیا ہو۔ میں نے پھر دہرایا تو
آپ نے فرمایا: اگر تم نے اسے قتل کیا تو تم اس کی جگہ
پر ہو اس کے یہ کلمہ پڑھنے سے پہلے اور وہ تمہاری جگہ
پر ہے تمہارے قتل کرنے سے پہلے۔“

اِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاُخْتَلَفْتُ
اَنَا وَهُوَ ضَرْبَتَيْنِ فَضْرَبَنِيْ فَاَبَانَ اِحْدَى
يَدَيَّ فَضْرَبْتُهُ ثُمَّ قَدَرْتُ عَلٰى قَتْلِهِ فَقَالَ
حِيْنَ اَرَدْتُ اَنْ اَهْوٰى اِلَيْهِ بِسِلَاحِيْ : لَا
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَقْتُلْهُ اَمْ اَتْرُكْهُ؟ قَالَ : لَا بَلْ
اَتْرُكْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاِنْ قَطَعَ
اِحْدَى يَدَيَّ؟ قَالَ : وَاِنْ فَعَلَ قُلْتُ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاِنْ قَطَعَ اِحْدَى يَدَيَّ؟
قَالَ : وَاِنْ فَعَلَ فَرَا جَعَلْتُهُ قَتِيْلًا : اِنْ قَتَلْتَهُ
بَعْدَ اَنْ يَقُوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَانْتَ
بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَهَا وَهُوَ بِمَنْزِلَتِكَ
قَبْلَ اَنْ تَقْتُلَهُ. (رقم ۵۹۰)

علاوہ ازیں بعض راویوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تعارف بھی کرایا ہے کہ یہ بنو ہرہ کے حلیف تھے اور انھوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔

کتب حدیث میں اس واقعے کی طرح کے واقعات بعض دوسرے لوگوں نے بھی بیان کیے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس زمانے کا ایک حقیقی اور عملی مسئلہ ہے جو اس روایت میں زیر بحث آیا ہے۔

کتابیات

مسلم، رقم ۹۵-۹۷ بخاری، رقم ۳۷۹۴ احمد، رقم ۲۳۸۶۸، ۲۳۸۸۲-مسند الشافعی بحوالہ کتاب الام ومن کتاب
جراح العمد - مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۸۹۳۳، ۲۶۸۸۸- ابی داؤد، رقم ۲۶۴۴- نسائی، رقم ۸۵۹۱- ابن
حبان، رقم ۱۶۴- المعجم الکبیر، رقم ۵۸۵-۵۹۵- بیہقی، رقم ۱۵۶۲۴، ۱۶۶۰۰۰- معرفۃ السنن والآثار، رقم ۴۷۹۰،
۵۰۱۲۵- المسند المستخرج علی ائیسین، رقم ۲۷۲-۲۷۳۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com